شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے اخلاق و عادات اور معمولات

کتاب "حیات امام ابن تیمیہؒ" کی ایک فصل

(از مدیر رحیق)

المکتبۃ السلفیہ لاہور، استاذ ابو زہرہ مصری کی کتاب "ابن تیمیہؒ" کا جو ترجمہ شائع کر رہا ہے اس میں اخلاق و عادات اور معمولات کا حصہ نہیں ہے۔ بنابریں ناگزیر سمجھ کر مدیر رحیق نے کتاب میں اس عنوان کا اضافہ کر دیا ہے۔ یہی حصہ آج قارئین رحیق کی نذر ہے۔

(رحیق)

میل جول امام صاحب کی مجلس میں ہر قسم کے لوگ حاضری دیتے تھے ہر ایک سے اس کے حسب حال معاملہ کرتے۔ ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ میری ہی تعظیم زیادہ کی گئی ہے[1]۔ ہر صغیر و کبیر سے نہایت تواضع اور خندہ پیشانی سے پیش آتے اور مصافحہ کرتے تھے بلکہ اگر کوئی شخص سفر سے یا دور سے آتا تو اٹھ کر ملتے تھے۔ مگر جھک کر کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے[2]۔

عیادت اور شایعت جنازہ بیماروں کی عیادت کرتے تھے[3]۔ ہر نماز جنازہ پر جانے کی کوشش کرتے اگر کوئی جنازہ رہ جاتا تو افسوس کرتے[4]۔

جود و سخا جود و سخا آپ کا خاص جوہر تھا۔ کسی سائل کو واپس نہیں کرتے تھے۔ درہم و دینار، کپڑے، کتابیں جو میسر ہو سکتا ضرور کچھ نہ کچھ دے دیتے۔ ہزارہا کی رقوم آپ کے پاس آتیں جو سب کی سب حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔ اور اپنے پاس ایک پائی نہ رکھتے۔ کچھ پاس نہ ہوتا تو اپنا کھانا اور کپڑے تک اتار کر خرچ کر ڈالتے۔ چنانچہ ایک شخص نے آکر آپ کو سلام کیا آپ نے محسوس کیا کہ اس کو پگڑی کی ضرورت ہے۔ اپنے عمامہ کا نصف اس کو دے دیا اور نصف خود باندھ لیا۔ ایک

[1] الکواکب الدریہ فی المناقب ابن تیمیہ ص ۱۵۶ [2] طبقات الحنابلہ لابن رجب ص ۳۹۵ ج ۲ [3] الکواکب ص ۱۶۰

[4] الکواکب ص ۱۵۶ و ص ۱۵۸۔

دفعہ گلی میں جا رہے تھے کہ کسی فقیر نے آپ کو بلایا، دیکھا کہ یہ حاجت مند ہے اپنی اوپر کی چادر اتار کر اس کو دے کر فرمایا کہ "اسے بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لو" ساتھ ہی معذرت کی کہ اس وقت نقدی موجود نہیں ہے "۔ ایسے ہی ایک صاحب آئے۔ اور کہا "کوئی کتاب دیجئے" فرمایا "اپنی پسند کی اٹھا لو" اس نے قرآن مجید کا عمدہ نسخہ پکڑ لیا۔ جسے امام صاحب نے کافی قیمت سے خریدا تھا بعض حاضرین کو یہ ناگوار ہوا۔ فرمایا "اس نے جب سوال ہی کر لیا تو کیا مجھے روکنا مناسب تھا" بلکہ آپ کو بعض لوگوں کا یہ فعل سخت ناگوار ہوتا تھا۔

جن کے پاس کتابیں ہوتی ہیں اور وہ استفادہ کے لئے دینے میں بخل سے کام لیتے ہیں اس بارے میں فرمایا کرتے علم کو طالب علم سے روکنا مناسب نہیں[۱] ایک صاحب کا بیان ہے میں دمشق آیا تو میرے پاس خرچ بالکل نہیں تھا۔ جان پہچان بھی کوئی نہیں تھی۔ میں گلیوں میں حیران پھر رہا تھا کہ ایک شیخ تیزی سے میری طرف آیا۔ سلام کہا اور میرے ہاتھ میں ایک تھیلی دے دی۔ جس میں کچھ نقدی تھی۔ اور کہا "آپ اسے خرچ کرو اور خاطر جمع رکھو اللہ تعالے تم کو ضائع نہیں کریگا" یہ کہہ کر چلا گیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے کہنے لگے "ابن تیمیہؒ" اور عجیب بات ہے کہ میرے سفر دمشق کی زیادہ غرض امام ابن تیمیہؒ کی ملاقات ہی تھی[۲]

حافظ ابن قیمؒ راوی ہیں۔ کہ امام صاحب جمعہ کی نماز کو جاتے ہوئے گھر میں جو چیز موجود ہوتی ــــ روٹی ہو یا کوئی دوسری شے ــــ لے لیتے اور راستے میں ایسے مخفی طور پر خرچ کرتے جاتے اور فرمایا کرتے کہ جب اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناجات میں صدقہ کا حکم دیا ہے تو حق تعالے سے مناجات سے قبل بدرجہ اولیٰ صدقہ کرنا مناسب ہے۔ (زاد المعاد ج۱ ص۱۱۱)

اسی طرح کے اور بھی متعدد واقعات آپ کی سخاوت و ایثار کے مروی ہیں۔ حافظ ذہبی کا کہنا ہے

وهو احد الاجواد الاسخياء الذين يضرب بهم المثل[۳]

تواضع و فروتنی | باایں ہمہ عبقریت و جلالت قدر امام صاحب غایت درجے کے متواضع تھے آپ کے ایک سیرت نگار علامہ مرعی بن یوسف المتوفی ۱۰۳۳ھ لکھتے ہیں۔

ما سمع بأحد من اهل عصره مثله رحمه الله

کم از کم امام صاحب کے زمانے میں

---

[۱] الکواکب ص۱۵۷-۱۵۸ [۲] ایضاً ص۱۵۹ [۳] الکواکب ص۱۲۶

فی ذلک فکان یتواضع للکبیر والصغیر والجلیل والحقیر والفقیر ویدنیه ویکرمه ویباسطه بحدیث زیادة عن الغنی حتی انه خدمه بنفسه واعانه بحمل حاجته جبرا لقلبه وکان لا یسأم ممن یستفتیه او یسأله بل یقبل علیه ببشاشة وجه ولین عریکة ویقف معه حتی یکون هو الذی یفارقه ـــ الی قوله ـــ وکان یلزم التواضع فی حضوره مع الناس ومغیبه عنهم فی قیامه وقعوده ومشیه ومجلسه ومجلس غیره۔[1]

ان جیسا متواضع کوئی شخص نہیں سنا گیا۔ ہر بڑے چھوٹے، معزز اور عامی کے لئے ہی متواضع تھے۔ نادار آدمی کو پاس بٹھلاتے اور اس کی بہت عزت کرتے اور اس کے پاس خاطر ضرورت سے زیادہ باتیں کرتے تھے۔ اس کی خدمت بجالاتے اور اس کا کام خود کر کے اس کا ہاتھ بٹاتے ہر عذر قبول کرتے اور کسی قسم کے سوال سے نہ صرف یہ کہ اکتاتے نہ تھے بلکہ پوری خندہ پیشانی سے سائل کی بات سنتے تھے اور اس وقت تک اس کے پاس کھڑے رہتے جب تک کہ وہ خود نہ جانا چاہتے۔ اور یہ کچھ ظاہری وضعداری نہ تھی۔ بلکہ حاضر و غائب اور دوسرے سب حالات میں متواضع ہی رہا کرتے تھے۔

آپ نے ایک جگہ فرمایا ہے۔

العارف لا یری له علی احد حقا ولا یشهد له علی غیره فضلاً۔[2]

"عارف" نہ تو کسی پر اپنا حق سمجھتا ہے نہ اپنی فضیلت۔

اس قال کے مطابق حال کی شہادت آپ کے شاگرد اور سوانح نگار ابن عبد الہادیؒ کی ہے جنہوں نے آپ کے اخلاق میں تواضع کو شمار کیا ہے۔[3]

استغناء | امرائے دولت سے بے نیازی کی یہ شان تھی کہ جب حکومت مصر کو تاتاریوں سے جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے آئے تو ایک صاحب علم شیخ علامہ شرف الدین کے ہاں قیام کیا، حکومت کی طرف سے ایک گنی روزانہ وظیفے کی پیش کش کی گئی تو آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے

---

۱ الکواکب ص۱۵۹ ۲ مدارج ص۲۹۶ ج۱ ۳ العقود ص۶۔

اور بھی اگر کچھ بھیجا گیا تو نہیں لیا۔[1]

پھر آپ کو مصر میں قید کر دیا گیا وہاں بھی آپ نے حکومت سے کسی قسم کی کوئی شے قبول نہیں کی[2] یاد رہے کہ آپ کے جملہ اخراجات کی کفالت آپ کے بھائی (بدرالدین محمد بن خالد ۷۱۷ھ) کرتے تھے[3]

زہد و قناعت زہد و قناعت بھی امام صاحب کا خاص وصف تھا۔ متوسط لوگوں کی طرح لباس بالکل سادہ تھا۔ عموماً کل دس بارہ روپے کی قیمت کا، تکلف سے کبھی زاہدانہ لباس پہنا نہ شوق سے کوئی کپڑا بنوایا بس جیسا وقت پر میسر آیا پہن لیا۔ کثرتِ مشاغل کے باعث کبھی کبھی کپڑے دھونے میں بھی دیر ہو جاتی تا آنکہ توجہ دلائی جاتی[4] جوتا بھی بالکل معمولی قیمت کا ہوتا تھا[5] دنیوی کاروبار، خرید و فروخت، مال و دولت روپے پیسے سے کوئی تعلق خاطر نہیں تھا[6] قلمی، لسانی اور بدنی جہاد میں اس قدر انہماک و استغراق رہا کہ شادی کی نوبت ہی نہیں آسکی[7] نہ ہی آپ میں خوبصورت عورتوں کی طرف خواہش دیکھی گئی[8] کھانا بہت کم کھاتے تھے[9] اور وہ بھی جب ملتا اور جیسا مل جاتا تناول فرما لیتے تھے۔ عموماً کھانے کا مطالبہ نہیں کرتے تھے[10] صاحب الکواکب کہتے ہیں جس کو بھی آپ کو دیکھنے اور ساتھ رہنے کا موقعہ ملا ہے اس نے یہی کہا کہ

انہ مارای مثلہ فی الزھد فی الدنیا۔	ان کے جیسا زاہد کوئی نہیں دیکھا گیا۔

بلکہ آپ کا زہد ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا۔

واشتھر عنہ ذلک حتی لوسئل عامی	کسی دور کے آدمی سے یہ پوچھا جائے تو
من اھل بلد بعید من اذھد اھل	وہ یہی کہے گا کہ اس زمانے میں ان کے
العصر واکملھم فی رفض فضول الدنیا	جیسا دنیا سے معرض اور آخرت کی لگن
واحرصھم علی طلب الاٰخرۃ لقال	رکھنے والا کوئی شخص نہیں ہے۔
ماسمعت بمثل ابن تیمیۃ۔[11]	

---

[1] الردالوافر ص۳۳ [2] ذیل طبقات الحنابلہ ص۳۹۸ ج۲ [3] ایضاً ص۳۹۵ [4] الکواکب ص۱۵۹ [5] ذیل طبقات الحنابلہ ص۳۹۵ ج۲ - [6] الکواکب ص۱۵۷، ذیل طبقات الحنابلہ ص۳۹۵ [7] ذیل طبقات الحنابلہ ص۳۹۵ [8] الکواکب ص۱۵۷ [9] الکواکب ص۱۵۷ [10] ذیل طبقات الحنابلہ ص۱۵۷
[11] الکواکب ص۱۱۷۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے۔

نشأ فی تصون تام وعفاف وتعبد	پوری عفت، عبادت اور لباس وخوراک کی
واقتصاد فی الملبس والماکل[1]	میانہ روی میں زندگی بسر کی۔

علامہ عینی حنفی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں۔

خشن العیش والقناعة من دون	بہت ہی سادہ اور قناعت کی زندگی بسر
طلب الزیادة[2]	فرماتے تھے۔

علامہ علم الدین برزالی (۷۳۹ھ) کے الفاظ میں خلاصہ یہ ہے۔

جری علی طریقة واحدة من	ساری زندگی ایک ہی طریقے پر کاربند رہے
اختیار الفقر والتقلل من الدنیا	فقیر کو پسند رکھا دنیا سے تعلق بس برائے نام
ورد ما یفتح به علیه[3]	ہی اور (جو کسی امیر کی طرف سے) ملا واپس کر دیا۔

بیماری میں شغل مطالعہ حافظ ابن القیمؒ نے امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ "میں ایک مرتبہ بیمار ہوگیا۔ طبیب نے کہا علمی مباحث اور مطالعہ سے پرہیز کیجئے۔ اس سے مرض بڑھے گا" میں نے کہا "یہ مشکل ہے! اچھا! آپ ہی پر فیصلہ رہا طبیعت کی فرحت وانبساط سے کیا مرض کے لئے قوتِ مدافعت پیدا نہیں ہوتی؟ اس نے کہا "کیوں نہیں!" میں نے کہا۔ "تو بس مجھے علم سے فرحت حاصل ہوتی، آرام ملتا اور طبیعت میں قوت آتی ہے۔" کہنے لگا۔ "پھر آپ ہمارے علاج سے خارج ہیں۔"[4]

سرعت تصنیف تصنیف میں سرعت کا یہ حال تھا کہ بسا اوقات ایک دن میں پوری جلد لکھ ڈالتے تھے[5] رسالہ حمویہ ظہر عصر کے مابین ایک نشست میں لکھ دیا تھا[6] اگرچہ لکھتے ایسا تھے جو مشکل سے پڑھا جاتا[7]

معمولات شب و روز عبادت اور ذکر الٰہی میں وقت بسر ہوتا تھا۔ خصوصاً رات کا وقت خلوت میں اپنے پروردگار سے رازونیاز اور اس کی بارگاہ میں آہ وزاری میں گذرتا تھا۔ تلاوت قرآن مجید پر مواظبت رکھتے تھے۔ رات دن کی عبادات مسنونہ سب بجالاتے[8] آپ کے تلمیذ ابوحفص بزار کہتے

[1] ابجد العلوم ص۸۱۴ بحوالہ الدرة الیتیمیة فی السیرة التیمیة للحافظ الذہبیؒ [2] الرد الوافر ص۸۵ [3] ایضاً ص۷۵ [4] روضة المحبین للحافظ ابن القیم ص۲۰ [5] ذیل طبقات الحنابلہ ص۳۹۱ ج۲ [6] [7] الکواکب ص۱۵۶۔

ہیں کہ سنت نبوی کی تعظیم اور اس کے اتباع کی حرص میں امام صاحب سے بڑھکر میں نے کسی کو نہیں پایا۔[1] نماز باجماعت کا اہتمام کرتے تھے اور خود پڑھاتے تو اس طرح کہ قیام، رکوع، سجود معتدل و متوازی ہوتے تھے[2]۔ خشوع و خضوع ایسا کہ آپ پر خدا کے خوف و جلال سے کپکپی طاری ہوجاتی تھی[3]

علامہ زین الدین عمر بن مظفر ابن الوردی (۹۴۹ھ) کا بیان ہے کہ میں نے امام صاحب کے پیچھے ایک دفعہ تراویح کی نماز پڑھی۔ قرأت میں بہت خشوع تھا۔ اس نماز میں جو میں نے آپ کی اقتدا میں پڑھی ایسی لذت ملی ہوئی کہ دل تک پہنچ رہی تھی[4]

فجر کی نماز کے بعد نصف دن کے قریب تک ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ اور فرماتے کہ میرا صبح کا ناشتہ ہے۔ یہ نہ ہو تو میری طاقت زائل ہونی شروع ہوجاتی ہے[5] اس کے بعد کبھی افتاد کا کام کرتے اور خدمتِ خلق کے کاموں میں مصروف ہوجاتے۔ ظہر کی نماز باجماعت پڑھکر اسی قسم کے امور میں مصروف رہتے۔ نماز مغرب کے بعد طلبہ کو درس دیتے پھر عشا کی نماز کے بعد کافی رات گئے تک علمی کاموں میں منہمک رہتے۔ اور اس دوران میں ذکر الٰہی اور استغفار میں برابر لگے رہتے[6]

حافظ ذہبی کہتے ہیں۔

کان دائم الابتہال کثیر	ہمیشہ بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری۔ اللہ
الاستغاثۃ قوی التوکل	ہی سے فریاد اور اسی پر توکل آپ کا
رابط الجاش لہ اوراد و	شیوہ تھا۔ مستقل مزاجی سے اوراد و
اذکار یدمنھا بکیفیۃ و	اذکار پر جمعیۃ خاطر کے کیف میں دوام
جمعیۃ[7]	رکھتے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی (۸۵۵ھ) شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں کثیر الذکر والصوم والصلاۃ[8] حافظ ابن القیم آپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں صرف ستانے کے وقت ذکر الٰہی ترک کرتا ہوں اور وہ بھی اس لئے کہ دوسرے وقت کے لئے تیار ہوجاؤں[9]۔ ایام قید میں سجدہ کی حالت میں بکثرت پڑھا کرتے تھے۔

---

۱ الکواکب ص ۱۴۹ ۲ ذیل طبقات الحنابلہ ص ۳۹۵ ج ۲ ۳ الکواکب ص ۱۵۶ ۴ ابجد العلوم ص ۸۲۰ ۵ الوابل الصیب ص ۵۹ طبع مصر و الرد الوافر ص ۳۶ ۶ الکواکب ص ۱۵۶ ۷ ذیل طبقات الحنابلہ ص ۳۹۵ ج ۲ و درر کامنہ ص ۵۹ ج ۱ ۸ الرد الوافر ص ۸۵ ۹ الوابل الصیب ص ۵۹

اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک[۱]　　الٰہی مجھے اپنے ذکر و شکر اور اعلیٰ قسم کی عبادت کی توفیق دے۔

یا حی یا قیوم لا الٰہ الا انت برحمتک استغیث کا ورد بکثرت آپ کی زبان پر جاری رہتا تھا۔ اور فرمایا کرتے کہ فجر کی سنّت اور فرض کے درمیان ۴۰ مرتبہ ان کلمات کا دوامی ورد دل کو زندہ رکھنے اور اس کو روحانی موت سے بچانے کا اکسیر نسخہ ہے[۲]۔ ابتدائی زندگی میں معمول تھا کہ کسی مسئلہ میں اگر اشکال پیش آتا تو کم وبیش ایک ہزار مرتبہ استغفار کرتے، خود فرماتے ہیں کہ "اس عمل سے شرح صدر ہو کر مسئلہ واضح طور پر سامنے آجاتا ہے۔" گلی، بازار، مسجد، مدرسہ کسی جگہ بھی یہ اشکال ذہن میں آتا فوراً ذکر و استغفار میں مشغول ہو جاتے حتیٰ کہ مقصد حاصل ہو جائے[۳]۔ آپ کا اپنا بیان ہے کہ بعض وقت میں ایک آیت قرآنی سمجھنے کے لئے سو تفسیروں کا مطالعہ کرتا ہوں جب بات ذہن میں نہیں آتی تو کسی بے آباد جگہ میں جا کر اپنی پیشانی زمین پر رگڑتا ہوا اللہ تعالیٰ سے سوالی ہوتا ہوں یا معلم ابراھیم علمنی یا معلم ابراھیم فھمنی[۴] (اے ابراہیم کے معلم مجھے سمجھا دے)

ہر جمعہ کی صبح کو قرآن مجید کا تفسیری درس دیتے جس سے سامعین کو بہت کچھ روحانی اور علمی فیضان ہوتا تھا۔ وکان یجلس فی صبیحۃ کل جمعۃ یفسر القرآن العظیم فانتفع بمجلسہ وبرکۃ دعائہ وطہارۃ انفاسہ وصدق نیتہ وصفاء ظاھرہ وباطنہ وموافقۃ قولہ لعملہ واناب الی اللہ خلق کثیر[۵] مصر میں بعض اوقات نماز جمعہ کے بعد نماز عصر تک بھی تقریریں کیا کرتے تھے[۶] جیل کی زندگی میں سنّتِ یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے لوگوں کو تبلیغ کرتے رہتے۔ جس کے اثر سے بہت سے لوگوں نے جیل میں برائیاں چھوڑ دیں اور نماز روزہ وغیرہ عبادات اور تسبیح و تہلیل میں لگ گئے[۷]۔ راستہ چلتے بھی کوئی برائی دیکھ پاتے تو اس کو زائل کرنے کی کوشش کرتے[۸] بلکہ اسی جذبہ سے کبھی بے اختیار ہو جاتے تھے چنانچہ جب تاتار کے ساتھ جہاد میں سلطان اسلام کی معیت میں آپ میدانِ جنگ میں تھے۔ تو سلطان نے کہا یا خالد بن الولید! امام صاحب نے فوراً بلند آواز سے سلطان

---

[۱] ذیل طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۴۰۲ والوابل ص ۶۶　[۲] مدارج السالکین ج ۱ ص ۲۵۳　[۳] العقود ص ۶　[۴] الکواکب ص ۱۴۷　[۵] الکواکب ص ۱۵۳
[۶] الکواکب ص ۱۴۲　[۷] ایضاً ص ۱۸۰　[۸] ایضاً ص ۱۸۱　[۹] ایضاً ص ۱۵۶۔

کو کہا ایسا مت کہو بلکہ یوں کہو۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ۔ سلطان نے اسی وقت تعمیل کی اور مسلمانوں کو فتح ہو گئی[1]۔

مشکلات میں مبتلا ہوتے وقت معمول یہ تھا کہ آیات سکینت[2] کی تلاوت کیا کرتے جن کی برکت سے وہ مشکل دور ہو جاتی۔ اپنے شاگرد حافظ ابن القیمؒ سے اپنا واقعہ ذکر کیا کہ "میں ایک مرتبہ شیطان کے اثر سے ایک شدید بیماری میں مبتلا تھا۔ میں نے اس وقت کے حاضرین سے کہا۔ آیات سکینت تلاوت کرو۔ بس ان آیات کا تلاوت ہونا تھا کہ بیماری اس طرح رفع ہوئی گویا کوئی تکلیف تھی ہی نہیں[3]۔

---

[1] یہ واقعہ علامہ محمد منیر دمشقی رحؒ نے الوابل الصیّب کے حاشیہ پر ذکر کیا ہے (م۔ ح)

[2] وہ آیات چھ ہیں۔

(۱) وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۲:۲۴۸)

(۲) ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ۔ (۹: ۲۶)

(۳) اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰی وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (۹: ۴۰)

(۴) هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا (۴۸: ۴)

(۵) لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا (۴۸: ۱۸)

(۶) اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (۴۸: ۲۶)

[3] مدارج ص ۲۷۸/۲۷۰۔